اس افراتفری میں ایک مذہب کا متلاشی حیران ہو جاتا ہے کہ اُسے کس مذہب کی ضرورت ہے۔ اور کون مذہب اس کے لئے دینی اور دنیاوی جادۂ عمل بن سکتا ہے میں سمجھتا ہوں اور نہ صرف اس میں فہم ہی کو دخل ہے۔ بلکہ تحقیق اور حقیقت و اصلیت کے دائرے میں رہ کر قلب سلیم اور عقل صحیح کے فیصلے سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام ہی وہ عالمگیر اور زندہ مذہب ہے جس کی ہمیں ہر دور میں اور ہر جگہ ضرورت ہے اسلام اپنی ضرورت کا دعوی بلا دلیل ہی نہیں کرتا بلکہ وہ دین فطرت ہے اور اپنی مذہبیت اور واحد حقانیت پر ایسے ایسے دلائل قاہرہ اور حجج باہرہ رکھتا ہے کہ اپنی گدی میں تھوڑی سی عقل رکھنے والا انسان اسلام کے سامنے سر تسلیم خم رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلامی اصول عبادات اعتقادات اور اخلاقیات کے وسیع باب میں اتنے جامع اور شاندار ہیں کہ نوع انسانی اپنی حقیقی فلاح وبہبود معاش ضروریات اور دنیاوی تعلقات میں حقیقت انہی میں پاتی ہے اور کبھی اس سے روگردانی لاپروائی اور بے نیازی نہیں کر سکتی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ ہمیں یقیناً مذہب کی ضرورت ہے اور وہ بھی صرف اسلام ہی کی ضرورت اور اشد ضرورت ہے۔ فقط

ایک سُنت کے عمل نے مسلمانوں کو متفق کر دیا

(از مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی)

خدا غارت کرے اس اختلافِ دین و مذہب کو + نچا مارا ہے یکسر کیا عرب کیا عجم سب کو

کون نہیں جانتا کہ اتفاق تمام خوبیوں کا سرچشمہ اور ساری بھلائیوں کا مخزن ہے۔ اسلام دنیا کے لئے جن بیش بہا رحمتوں کا خزانہ اپنے ساتھ لایا ان میں ایک گراں بہا جوہر اتفاق بھی ہے۔ کیا تاریخ دنیا کا وہ اچھوتا اور اول واقعہ کبھی زمانہ فراموش کر سکتا ہے؟ جبکہ اُمّی لقب فخر عجم و عرب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرایا تھا جس سے وہ سگے بھائیوں سے زیادہ آپس میں محبت و الفت رکھنے لگے تھے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اسی رحمۃ للعالمین کی تعلیم نے دنیا کے سامنے ایسے بے مثال واقعات پیش کئے کہ دنیا حیرت زدہ ہو کر انگشت بدنداں رہ گئی۔ مشرق کے ایک مسلمان کے پاؤں میں کانٹا لگتا مغرب کے کروڑوں مسلمانوں کو تڑپا دیتا تھا۔ مسلمان گو اپنے جسموں کے لحاظ سے زمین پر پھیلے ہوئے نظر آتے تھے لیکن تعلیم اسلام کی مضبوط بندی نے انھیں ایک تسبیح کے دانے یا ایک زنجیر کے حلقے بنا رکھے تھے کہ ایک جھٹکے میں ادھر سے اُدھر تک بجلی کا سا کرنٹ دوڑ جاتا تھا مگر سہ

ہم اُن پر تصدق وہ ہم پر فدا تھے + اُٹھے لطف جب تک کہ طالع رسا تھے

کچھ مدت کے بعد زمانہ کروٹ بدلتا ہے وہ پاک نشہ اتر جاتا ہے وہ سفید کپڑا میلا ہو جاتا ہے وہ ولولہ ٹھنڈا

پڑ جاتا ہے آج کہنے کو گو ہم بھی مسلمان ہیں لیکن اتفاق کی وہ اسپرٹ ہم میں ڈھونڈنا بالکل بے سود ہے۔ ہم تو اپنے بھائیوں کے بھی دشمن ہیں ہم تو ماں باپ کے بھی مخالف ہیں۔ ہم تو اپنوں کی اکھیڑ میں بیٹھے ہیں۔ ہمارے ہاں تو عزت ان کی ہوتی ہے جو لڑنے اور لڑوانے میں پوری مہارت رکھتے ہوں اوروں کو تو جانے دیجئے جو بحیثیت جماعت بالکل الگ الگ ہیں۔ اُن دو جماعتوں کو لے لیجئے جن کا خدا ایک۔ جن کا رسول ایک۔ جن کا قبلہ ایک۔ جن کا قرآن ایک۔ لیکن پھر بھی یہ حالت ہے کہ آئے دن جوتیوں میں دال بٹتی رہتی ہے ایک سے ایک بیزار اور برسرپیکار نظر آرہا ہے۔ محمدی کو حنفی سے بغض ہے۔ حنفی محمدی سے بیزار ہے۔ حالانکہ تنکے کی اوٹ پہاڑ ہے۔ دو چار چھوٹے چھوٹے امور کو بڑا کرتے کرتے سد سکندری بنا لیا ہے۔ رائی کا پہاڑ۔ تنکے کا تاڑ۔ سایے کا بھوت۔ قطرے کا دریا بنا لیا ہے۔ آج جہاں دیکھو یہی حنفی اہلحدیث جھگڑا ہے کہیں عدالت کچہری ہو رہی ہے کہیں بائیکاٹ کا منظر ہے۔ کہیں کچھ کہیں کچھ ہے

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے + ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے

جہاں تک غور سے دیکھا جاتا ہے ان دونوں جماعتوں میں جدائی کرنیوالی چیز تقلید شخصی ہے جسے ایک طرف سے حرام و مکروہ۔ لڑنے کو تو یہ بہانا کافی ہے لیکن اگر فریقین انصاف پر آئیں تو ہم ایسی سموئی ہوئی کارروائی کرسکتے ہیں جس کے بعد نا اتفاقی کا یہ موجیں مارنے والا طوفانی سمندر کم از کم ٹھنڈا تو ضرور پڑ جائے۔ اختلاف کی یہ آگ ممکن ہے بالکل ہی بجھ جائے۔ اور اگر اتنی بڑی کامیابی نہ ہو تو کم از کم اتنی تو ضرور ہو جائیگی کہ اس آگ کے الاؤ پر پانی پڑ جائیگا اور اس کے شعلے بہت کچھ کم ہو جائینگے۔ اور یہ دست بگریباں ہونے والی دونوں جماعتیں کچھ دیر کیلئے سستا لیں گی اور بہت ممکن ہے کہ ہمیشہ کی یہ چپقلش بالکل دور ہو جائے اور ہم صحیح طور پر کہہ سکیں ہے

شبِ غم بھی آخر بسر ہو گئی + تڑپتے تڑپتے سحر ہو گئی

یہ عید کا مہینہ ہے حنفی بھائیوں نے بھی شش عید کے روزے رکھے ہیں یا رکھیں گے۔ اہلحدیث بھائی بھی یہ روزے رکھتے ہیں بس اتفاق ہو گیا دونوں نے ہاتھ ملا لئے چھٹی ہو گئی اب جھگڑا کیا؟ یہ کیوں؟ اسلئے کہ یہ روزے حدیث میں تو ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (مسلم) یعنی جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھ کر پھر شوال کے بھی چھ روزے رکھ لئے اُسے سال بھر کے روزوں کا ثواب مل گیا۔ اسی طرح اگر وہ ہر سال کرتا رہا تو گویا اس کی پوری عمر روزوں سے ہی کٹی یہ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر دیتا ہے۔ ایک مہینے کے روزوں کا ثواب دس مہینے کے روزوں کے برابر ہو گیا اور چھ روزوں کا ثواب ساٹھ روزوں کے برابر ہو گیا تو پورے بارہ مہینے ہو گئے۔ یعنی رمضان اور شش عید کے روزوں کا ثواب پورے سال روزے رکھنے کے برابر ہو گیا۔

اور حدیث میں اسکی فضیلت یوں بھی آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَہٗ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ (طبرانی) یعنی رمضان کے روزوں کے بعد شوال کے ان چھ روزوں کے رکھنے والے اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتے ہیں جیسے وہ بچہ جو آج ہی پیدا ہوا ہو۔ ان روزوں کے متعلق اچھا ہے اگر عید کے دوسرے دن سے ہی شروع کر دے اور پے در پے رکھکر ختم کر دے۔ لیکن ضروری نہیں بلکہ پورے مہینے میں جب چاہے یہ روزے رکھ لے۔ اور کچھ یہ بھی ضروری نہیں کہ پے درپے رکھے بلکہ بیچ میں اگر چھوڑ دے دو تین رکھکر پھر دو چار نہ رکھے پھر دو تین رکھ لے اس طرح بھی اگر پورے عید کے مہینہ میں یہ چھ روزے رکھ لے تو بھی کافی ہیں ۔

یہ تو ہوئیں حدیثیں اور اہلحدیث کا مذہب حدیث ہی ہے۔ پس یہ جماعت تو یہ روزے رکھیگی ہی۔ اب حنفی بھائیوں کی سنئے کون نہیں جانتا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ وَیُکْرَہُ صَوْمُ سِتَّۃٍ مِنْ شَوَّالٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مُتَفَرِّقًا کَانَ اَوْ مُتَتَابِعًا۔ وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ کَرَاھَتُہٗ مُتَتَابِعًا لَا مُتَفَرِّقًا۔ لٰکِنْ عَامَّۃُ الْمُتَاَخِّرِیْنَ لَمْ یَرَوْا بِہٖ بَأْسًا۔ ھٰکَذَا فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ۔ وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ لَا بَأْسَ بِہٖ۔ کَذَا فِی مُحِیْطِ السَّرَخْسِیْ وَتُسْتَحَبُّ السِّتَّۃُ مُتَفَرِّقَۃً کُلَّ اُسْبُوْعٍ یَوْمَانِ۔ کَذَا فِی الظَّھِیْرِیَّۃِ فِیْ فَصْلِ الْاَوْقَاتِ الَّتِیْ یُکْرَہُ فِیْھَا الصَّوْمُ وَیُسْتَحَبُّ ۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں۔ خواہ پے درپے ہوں خواہ الگ الگ ہوں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پے درپے ہوں تو مکروہ ہیں اور اگر الگ الگ ہوں تو مکروہ نہیں لیکن عام متاخرین اس میں کوئی حرج نہیں دیکھتے۔ بحر الرائق میں اسی طرح ہے۔ اور زیادہ صحیح بھی یہی ہے کہ اس میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ محیط سرخسی میں اسی طرح ہے یہ چھ روزے جداگانہ مستحب ہیں۔ ہر ہفتے میں دو دن کرکے۔ اسی طرح ہے ظہیریہ کی اس فصل میں جس میں ان وقتوں کا ذکر ہے جن میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اور مستحب ہے۔

برادران! اصلی عبارت مع صحیح ترجمے کے آپ کے سامنے ہے۔ کسی مزید حاشیے کی ضرورت نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ (۱) امام صاحبؒ کے نزدیک شش عید کے روزے رکھنے مکروہ ہیں (۲) ان کی تقلید نہ کرکے امام صاحب کے چوٹی کے شاگرد امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ لگاتار نہ رکھے بلکہ متفرق طور پر مہینہ بھر میں یہ چھ روزے پورے کر دے۔ یعنی ان کے نزدیک جائز ہیں (۳) پچھلے فقہا عام طور پر اس طرف ہیں کہ ان روزوں کے رکھنے میں کوئی ڈر خوف نہیں (۴) صاحب کتاب کے نزدیک بھی زیادہ صحیح یہی قول ہے (۵) پھر ایک صورت یہ ہے کہ ہر ہفتے میں دو روزے رکھے۔ یوں شوال کے تین ہفتوں میں یہ چھ روزے رکھ لے (۶) بحر الرائق میں کچھ ہے۔ محیط سرخسی میں کچھ ہے اور ظہیریہ میں کچھ ہے۔ تاہم اگلے پچھلے سب حنفیوں نے ملکر امام صاحبؒ کے قول کو اس مسئلے میں نہیں مانا۔ اور اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ آج کل ہر ایک کا عمل بھی امام صاحبؒ کے اس فتوے کے بالکل خلاف ہے سب شش عید کے

روزوں کو جائز اور کارِ ثواب جانتے ہیں۔ اور اکثر لوگ رکھتے بھی ہیں۔ حالانکہ امام صاحبؒ اسے مکروہ بتلاتے ہیں۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب مکروہ کو مطلق کہا جائے تو مراد حرمت ہوتی ہے (شامی) پس شش عید کے روزے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرام، اور مقلدین حنفی مذہب کے نزدیک کارِ ثواب ✦

جس طرح یہاں امام صاحبؒ کے فرمان کو خلافِ حدیث پاکر چھوڑ دیا گیا ہے اسی طرح جہاں کہیں قولِ امامؒ حدیثِ رسولؐ کے خلاف پایا جائے ترک کر دیا جائے تو آج یہ سب جھگڑے رگڑے دور ہو جائیں اور مسلمان پھر مل بیٹھیں اور پھر وہی اگلا اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائے اور پھر وہی ترقی کی روح پرور ہوائیں چلنے لگیں اور ہماری دین دنیا سنور جائے۔ مسلمانو! یہی فرمان حضرت امام صاحبؒ کا ہے۔ یہی وصیت ان کی ہے فرماتے ہیں اُتْرُكُوا قَوْلِي بِخَبَرِ الرَّسُولِ میری بات کو حدیث کے مقابلے پر چھوڑ دو۔ فرماتے ہیں اِنْ تَوَجَّهَ لَكُمْ دَلِيلٌ فَقُولُوا بِهٖ (در مختار) مطلب یہ ہے کہ تمہیں جب میرے قول کے خلاف کوئی دلیل مل جائے تو تم وہی کہو جو دلیل سے ثابت ہو۔ فرماتے ہیں اِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي۔ یعنی جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے ✦

یہی وجہ تھی کہ خود امام صاحبؒ کے شاگردوں نے آپ کی مخالفت کی آپ کی باتوں کو نہ مانا۔ جس بات کو خلافِ دلیل یعنی خلافِ قرآن و حدیث دیکھا اُسے علی الاعلان ترک کیا۔ چنانچہ تہائی مذہب میں انھوں نے امام صاحبؒ کی مخالفت کی۔ جیسے کہ شامی میں ہے فَحَصَلَ الْمُخَالَفَةُ مِنَ الصَّاحِبَيْنِ فِي نَحْوِ ثُلُثِ الْمَذْهَبِ۔ یعنی حضرت ابو یوسفؒ اور محمدؒ جو امام صاحبؒ کے چوٹی کے شاگرد تھے انھوں نے بھی ایک تہائی مذہب میں حضرت امام صاحب کے خلاف کیا۔ الغرض امام صاحبؒ کے مسائل کو جبکہ وہ خلافِ حدیث و قرآن ہوں چھوڑ دینا اگر غیر مقلد ہو جانا اور امام صاحبؒ کے دشمن بن جانا ہے تو یہ وہ جرم ہے جس میں حنفی اہلحدیث دونوں برابر کے شریک ہیں۔

اگر اسی کا نام امام صاحبؒ کی محبت اور ان کی تقلید ہے کہ اُن کے کُل مسائل کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا جائے اُن کے ایک ایک فرمان کو شریعت کے مسائل کا درجہ دیا جائے تو اس معنی میں ایک بھی مقلد نہیں ساری دنیا میں ایک حنفی نہیں۔ نہ حنفیوں میں کوئی حنفی ہے۔ نہ اہلحدیثوں میں کوئی حنفی ہے ہم سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اور کشتی کا رُخ ایک طرف ہے۔ پس یہ جھگڑے بکھیڑے چھوڑ دو اور ایک ہو کر بیٹھو ؎

مسلکِ سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنتِ الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

برادران! میری پھر التجا ہے کہ سب ایک دل ہو کر اتفاق سے رہو سہو۔ اگر لڑتے جھگڑتے رہے تو نتیجہ بہ الفاظِ قرآن یہی ہو گا کہ فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ بزدل اور ڈرپوک بن جاؤ گے۔ اور ہوا اُکھڑ جائیگی۔

فقط

✦